



تفسیر التحریر والتنویر از ابن عاشورؒ میں منتخب تشبیہات کا ادبی و تحقیقی مطالعہ  
*A Literary and Analytical Study of selected Similes in  
al-Tahrīr wa al-Tanwīr by Ibn 'Āshūr*

**Hafiz Muhammad Hussain**

PhD scholar, Department of Islamic Studies, Government College University Faisalabad,  
Pakistan hafizmhussain05@gmail.com

**Dr. Mahmood Ahmad (Corresponding Author)**

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College University  
Faisalabad, Pakistan, mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk

**Abstract**

This research explores the rhetorical magnificence and theological profundity of \*al-Tahrīr wa al-Tanwīr\*, authored by the distinguished Tunisian scholar Imam Muḥammad al-Ṭāhir Ibn 'Āshūr (1879–1973). The study examines the artistic and rhetorical use of similes (تشبیہات) in Qur'anic exegesis, particularly in affirming the doctrine of Tawḥīd and refuting Shirk. Through an in-depth analysis of Qur'anic verses, the paper highlights how Ibn 'Āshūr harmonizes classical scholarship with linguistic precision, literary aesthetics, and rational inquiry. His methodology presents a comprehensive approach to Qur'anic interpretation, combining tradition with reason, and demonstrates the Qur'an's rhetorical brilliance in shaping theological discourse.

**Keywords:** Ibn 'Āshūr, al-Tahrīr wa al-Tanwīr, Qur'anic Similes, Rhetoric, Qur'anic Exegesis, Tawḥīd, Shirk, Literary Analysis, Islamic Theology, Qur'anic Aesthetics

امام ابن عاشورؒ اور تفسیر التحریر والتنویر

امام محمد الطاهر ابن عاشورؒ (1879-1973) عالم اسلام کے اُن نابغہ روزگار مفسرین میں سے ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن کے میدان میں علمی اور ادبی دونوں جہتوں کو ایک نئی راہ دکھائی۔ آپ جامع الزیتونہ تونس کے شیخ الاسلام رہے اور فقیہ، محدث، اصولی، لغوی اور مفسر کی حیثیت سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی عظیم الشان تصنیف \*التحریر والتنویر\* بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس میں قرآن کریم کے بلاغی، ادبی، لغوی اور فقہی پہلوؤں کا ایسا حسین امتزاج ملتا ہے جو عصر حاضر کے علمی ذوق کو تسکین دیتا ہے۔ اس تفسیر میں امام صاحب نے نہ صرف قرآن کی فصاحت و بلاغت کو اجاگر کیا بلکہ جدید و قدیم تفسیری مکاتب فکر کے دلائل کو یکجا کر کے ایک منفرد منہج پیش کیا۔ اس تفسیر کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

- قرآن کی فصاحت و بلاغت کی عمیق توضیح۔
- آیات کے لغوی و نحوی پہلوؤں کی جامع وضاحت۔
- تشبیہات و تمثیلات کا گہرا تجزیہ اور ان کا عقیدہ توحید سے ربط۔

• قرآنی تشبیہات کا ادبی و فکری تجزیہ

• روایت و درایت کا حسین امتزاج اور معاصر تناظر میں قرآن کی تعبیر۔

شُرک کے ابطال اور توحید کے اثبات کے دلائل میں تشبیہات:

اس مقالہ میں امام ابن عاشورؒ کی تفسیر\* التحریر والتنوير\* میں وارد ان قرآنی تشبیہات کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے جو عقیدہ توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ امام ابن عاشورؒ نے قرآن کی آیات میں موجود تمثیلات کو نہایت باریک بینی، فصاحت اور بلاغت کے ساتھ واضح کیا ہے، اور ان کے ذریعہ قرآن کے پیغام کو قلوب و اذہان تک پہنچانے کا بہترین انداز اختیار کیا ہے۔ اس حصے میں چند تشبیہات اور آیات کا ادبی و تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

1. قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدَاَنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ اَصْحَابٌ يَدْعُوْنَهُ اِلَى الْهُدٰى اَنْتَنَا قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهُ هُوَ الْهُدٰى ۝ وَاْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ 1

اس آیت میں امام ابن عاشورؒ تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس میں تمثیل ہے مرتد کی حالت کی جو اسلام لانے کے بعد شرک کی طرف پلٹ جاتا ہے اس آدمی کی حالت سے تشبیہ دی ہے جو کسی مہم میں نکلا اور اپنی ایڑیوں کے بل واپس لوٹ آیا اور جس کام کے لیے نکلا تھا وہ پورا نہ کیا، اس کے بعد امام ابن عاشورؒ فرماتے ہیں کہ یہ بری حالت کی مثال دینے میں زیادہ بلیغ ہے اس سے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ایمان لانے کے بعد کفر میں پلٹ گیا۔

کَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ میں وارد تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں ان کی بری حالت کی مزید برائی بیان کی گئی ہے اور یہ تمثیل ہے ایک خیالی حالت کی کہ جس میں مرتدین کو تشبیہ دی گئی ہے اس شخص سے کہ جس کو شیطان نے چھو کر پاگل کر دیا ہو تو یہ تشبیہ تاکید ہے "رُدُّ عَلٰى اَعْقَابِنَا" میں پائی جانے والی تشبیہ کی<sup>2</sup>

2. لَهُ دَعْوَةٌ الْحَقِّ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كِبٰسِطٍ كَفٰيهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاَهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۝ وَمَا دَعَا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ 3

امام ابن عاشورؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں مشرکین کی حالت کو تشبیہ دی گئی ہے جب وہ اپنے بتوں کو پکارتے ہیں اور ان سے فائدے کی امید رکھتے ہیں جبکہ بت ان کا کسی بھی طریقے سے جواب نہیں دے سکتے، ایسے پیاسے شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہتھیلیوں کو پانی کے اوپر پھیلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ پانی خود بخود بلند ہو اور اس کی کھلی ہوئی ہتھیلیوں میں آجائے اور اس کے منہ تک پہنچ جائے تاکہ پانی اس کو سیراب کر دے جبکہ اس طریقے سے پانی کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا بالآخر اس کی یہ کوشش اور محنت بلکل باطل ہو جائے گی اور اس کی محنت رائیگاں جائے گی<sup>4</sup>

1 الانعام: 71:07

2 التحریر والتنوير: جلد نمبر 7: صفحہ نمبر 302

3 الرعد: 14:13

4 التحریر والتنوير: جلد نمبر 13: صفحہ نمبر 109

3. اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۚ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۚ  
الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ  
زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ  
الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ<sup>5</sup>

امام ابن عاشورؒ اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ تمثیلی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے مؤمنین کو ہدایت دینے کی ایک صورت کو چراغ کی صورت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس چراغ کو روشنی کے تمام ذرائع دستیاب ہیں تو یہ یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے، پھر امام ابن عاشورؒ اس چیز کی وضاحت کرتے ہیں کہ آخر یہاں پر اللہ تعالیٰ نے چراغ کے ساتھ ہی کیوں تشبیہ دی ہے، سورج کے ساتھ کیوں نہیں تشبیہ دی پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورج رات کی تاریکی کے بعد طلوع ہوتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں شدت اور حرارت رہتی ہے اور آخر وہ غروب ہو جاتا ہے برخلاف ایسے چراغ کے کہ جس کو روشنی کے سارے اسباب میسر ہیں اور وہ تاریکی کے درمیان برابر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ جتنی جگہ پر روشنی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں تک وہ تاریکی کو ختم کر دیتا ہے تو اس تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کی مکمل موافقت ہوتی ہے۔

اور اسی طرح امام صاحب فرماتے ہیں کہ آسمان کے کنارے تاریکی میں چمکتے ہوئے چاند کے ساتھ بھی تشبیہ نہیں دی گئی کیونکہ چاند چمکتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے اور بعض راتوں میں تو نکلتا ہی نہیں ہے برخلاف اس چراغ کے جو کہ اعلیٰ ترین صفات اور بہترین خوبیوں سے متصف ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مشبہ میں جو صفات ہیں وہ مشبہ بہ کی صفات کے مکمل موافق آجائیں کیونکہ امام ابن عاشورؒ کے نزدیک یہ تشبیہ ایسی ہے کہ اس میں مشبہ اور مشبہ بہ کے تمام اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ موافق ہیں۔

امام ابن عاشورؒ کا یہ انداز ہے کہ وہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ہر لفظ کی الگ الگ تفصیل کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہ لفظ "مِثْلُ" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مثل" کا معنی ہے ایک حالت کو دوسری حالت کے ساتھ تشبیہ دینا تو اس آیت میں "مِثْلُ نُورِهِ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کو تشبیہ دینا ہے طاقچہ کی مکمل صورت کے ساتھ، امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں مقدر عبارت نکالنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کی اصل یہ ہے کہ "کُنُورٍ مِشْكَاةٍ" کہ طاقچہ کی روشنی سے تشبیہ دی جائے کیونکہ مشبہ بہ طاقچہ اور اس کے ساتھ جو لوازمات ہیں وہ ساری چیزیں ہیں۔

"كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ" ان الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن عاشورؒ فرماتے ہیں کہ اصل میں تو ہونا چاہیے "كَمِصْبَاحٍ فِيهَا مِشْكَاةٌ" کہ جیسے چراغ ہوتا ہے طاقچہ میں، لیکن آیت میں لفظ "مِشْكَاةٌ" کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ مشبہ بہ صرف چراغ نہیں ہے بلکہ طاقچہ اور اس کے ساتھ چراغ اور باقی ساری چیزیں بھی ہیں، یعنی مکمل صورت اور حالت کو تشبیہ دی گئی ہے ایک مکمل صورت اور حالت کے ساتھ، اسی لیے "کاف تشبیہ" لفظ مِشْكَاةٍ پر داخل کیا گیا ہے مِصْبَاحٍ پر نہیں، کیونکہ تشبیہ صرف چراغ سے نہیں دی گئی بلکہ ایک مکمل صورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس لیے کہ دیکھنے والا جب روشنی کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر اس کے مصدر پر پڑتی ہے اور وہ طاقچہ ہے پھر اس کے سامنے شیشے میں چراغ ظاہر ہوتا ہے۔

امام ابن عاشور فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ "مِصْبَاح" مکرر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ اس تشبیہ کارکن اعظم ہے، اور اسی طرح لفظ "رُجَاجَةٌ" کو بھی مکرر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی اس تشبیہ کارکن اعظم ہے اور فن بدیع میں اس طرح کی تشبیہ کا نام "تشابہ الاطراف" رکھا جاتا ہے۔

"الرُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ" ان الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مفرد ہے اور جو نور کی مثال بیان ہو رہی ہے اُس سے یہ الگ ہے اور اس تشبیہ میں شیشے کی صفائی کو مختصر الفاظ میں بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بہت عمدہ تشبیہ ہے اور اس میں کمال کی فصاحت ہے اس اعتبار سے کہ اس میں ایک صورت کی تشبیہ دوسری صورت کے ساتھ ہے اور یہ اسی طرح تشبیہ مفروق بھی ہے کہ اس میں مشبہ مرکب کے اجزاء کو مشبہ بہ مرکب کے تمام اجزاء کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جبکہ یہ فن بلاغت میں تشبیہ تمثیلی کی بہت عمدہ قسم ہے۔ امام ابن عاشور فرماتے ہیں کہ جب ایک صورت کو دوسری صورت کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے اور مرکب کو مرکب کے ساتھ، تو اسی لیے حرف تشبیہ کاف کو اس پر داخل کیا گیا تاکہ یہ قرینہ ہو جائے کہ اس سے مراد تشبیہ مرکب ہے کیونکہ اگر صرف ہدایت کو تشبیہ دینا مقصود ہوتا تو صرف اتنا کہ دینا کافی تھا کہ اس کے نور کی مثال طاقے میں چراغ کی طرح ہے۔

پھر اس تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "نور" سے مراد اللہ رب العزت کی وحی سے حاصل ہونے والی حق کی معرفت ہے اور وہ قرآن ہے کہ جس کو تشبیہ دی گئی ہے چراغ کے ساتھ کہ جو چراغ تمام ایسے اسباب کے ساتھ گھرا ہوا ہے کہ جس سے اُس چراغ کی روشنی بہت زیادہ پھیل جاتی ہے اور اس میں بہت زیادہ چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ تشبیہ مفروق ہے کہ اس میں تشبیہ کے دونوں ارکان کے تمام اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں یعنی مشبہ کے تمام اجزاء مشبہ بہ کے تمام اجزاء کے ساتھ موافقت اور مشابہت رکھتے ہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ کی اعلیٰ قسم ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ طاقے کو تشبیہ دی گئی ہے اس حفاظتی حصار کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے انتظام کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انا نحن نزلنا الذِّكْرَ وَاَنَّا لَهُ لِحَافِظُونَ"<sup>6</sup> اور دین اسلام کی راہنمائی کو تشبیہ دی گئی ہے چراغ کے ساتھ، کیونکہ جس طرح چراغ سے تاریکی ختم ہوتی ہے اسی طرح دین اسلام کی ہدایت سے حقائق واضح ہوتے ہیں اور شرک و جہالت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔

اور دین اسلام کو شک اور التباس سے محفوظ رکھنے کو تشبیہ دی گئی ہے صاف شفاف شیشے کے ساتھ، جیسا کہ فرمایا "ولقد انزلنا اليكم آيات مبينات"<sup>7</sup>

اور وہ وحی کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کے حقائق کو قرآن و سنت کے ذریعے پہنچایا، اس کو تشبیہ دی گئی ہے مبارک درخت کے ساتھ کہ جو بہترین پھل دیتا ہے اسی طرح قرآن و سنت سے ہدایت کے بہترین دلائل ملتے ہیں اور

دین اسلام کے اعتدال اور میانہ روی کو ایسے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، تو اسی طرح دین اسلام میں نہ تو حد سے زیادہ افراط ہے اور نہ حد سے زیادہ تفریط ہے۔

اور اس دین اسلام کی راہنمائی کے دوام اور تسلسل کو چراغ کے جلتے رہنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور نبی کریم ﷺ کے امت کو قرآن اور احکام شریعت کے ساتھ تعلیم دینے کو تشبیہ دی گئی ہے صاف تیل کے ساتھ کہ جس سے بصیرت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ تعلیم انتہائی آسان بھی ہے کہ پڑھانے والے کو اس میں بہت زیادہ مشقت نہیں کرنی پڑتی، اور درخت کے ساتھ تشبیہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس طرح درخت سے پھل حاصل ہوتا رہتا ہے اسی طرح علماء دین اسلام سے مسائل اخذ کرتے رہیں گے اور نئے نئے مسائل کا استنباط کرتے رہیں گے۔<sup>8</sup>

4. مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنَ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَنِيًّا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَنِيَّتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ<sup>9</sup>

امام ابن عاشور اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی طرح کی پہلی قوموں کے انجام کو ذکر کیا کہ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا رکھا تھا، لیکن جب ان پر عذاب آیا تو یہ معبودانِ باطلہ ان کے کچھ کام نہ آئے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام مشرکین کی حالت کو ایک مثال سے واضح کیا ہے اور اسی طرح ان مشرکین قریش کو جو پہلے مشرکین کی مثل ہیں کہ جنہوں نے جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں کہ جنہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کو بچائیں گے حالانکہ وہ تو خود اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے، تو ان تمام کی مثال مکڑی کی طرح ہے کہ جو اپنے لیے ایک گھر بناتی ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ وہ اسے حملہ آوروں کے حملے سے بچائے گا حالانکہ وہ بلکی سی حرکت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

امام ابن عاشور فرماتے ہیں کہ اس کلام کے مخاطب تو مشرکین مکہ ہیں لیکن کلام کی عمومیت میں ان کے علاوہ بھی ان جیسے لوگ ان کے ساتھ شامل ہیں، پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ "اتَّخَذُوا" میں ضمیر کا مرجع مشرکین مکہ ہیں۔

"اتَّخَذَتْ بَنِيًّا" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حال ہے لفظ "العنكبوت" سے، اور یہ تشبیہ میں قید ہے، اور اس تشبیہ میں مشبہ کی حالت کو مشبہ بہ کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ اس قابل ہے کہ تشبیہ کے تمام اجزاء کو الگ الگ کیا جائے اور وہ اس طرح کے مشرکین کو تشبیہ دی جائے مکڑی سے، کہ جو چیز انہوں نے خود گھڑ رکھی ہے اس کے دھوکے میں مبتلا ہیں، اور ان کے معبودوں کو تشبیہ دی جائے مکڑی کے گھر سے کیونکہ وہ ضرورت پڑنے پر اپنے پیر و کاروں کے کسی کام نہیں آسکتے اور تھوڑی سی حرکت سے وہ گھر ٹوٹ جاتا ہے جبکہ مکڑی سمجھتی ہے کہ وہ گھر اس کو بچائے گا جیسا کہ مشرکین اپنے گمان کے مطابق سمجھتے ہیں کہ ان کے معبود ان کو بچائیں گے جبکہ وہ حقیقت میں ان کو بچا نہیں سکتے۔<sup>10</sup>

<sup>8</sup> التحرير والتنوير: جلد نمبر 18: صفحہ نمبر 235

<sup>9</sup> العنكبوت: 41:29

<sup>10</sup> التحرير والتنوير: جلد نمبر 20: صفحہ نمبر 253

## 5. وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ 11

امام ابن عاشورؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے، پہلے تو اس کی تفسیر میں مختلف قراءتوں کو ذکر کرتے ہیں، امام صاحب فرماتے ہیں کہ امام نافع، ابن کثیر، ابو عمرو اور امام روح نے امام یعقوب سے " وَالْقَمَرَ " کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے تو اس صورت میں یا تو اس کا عطف ہے " وَالْقَمَرَ " پر مفردات کا عطف ہے، اور یا یہ مبتداء ہے اس صورت میں جملے کا عطف ہے جملے پر۔

اور لفظ " قَدَرْنَا " کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یا تو یہ حال ہے اور یا خبر ہے، اور ابن عامر، عاصم، حمزہ، کسائی، ابو جعفر، روئیس اور امام خلف نے امام یعقوب سے " وَالْقَمَرَ " کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے اشتغال کی بناء پر۔

امام ابن عاشورؒ اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چاند کو اس طرح کی تشبیہ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ چاند کی جو آخری راتوں میں روشنی ہوتی ہے اس کا کوئی نام نہیں ہے کہ جو معروف ہو برخلاف پہلی راتوں کی روشنی کے کہ جس کا نام " ہلال " معروف ہے، اور اس لیے بھی کہ یہ تشبیہ مماثل ہے چاند کی ابتدائی راتوں کی روشنی کے، جس طرح کہ یہ مماثل ہے چاند کی آخری راتوں کی روشنی کے۔

اور " الْعُرْجُونِ " کی وضاحت کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لکڑی ہے کہ جس سے کھجور نکلتی ہے اور اس کے آخر پر پھل ہوتا ہے اور کھجور کا کھجھ کاٹنے کے بعد جو لکڑی باقی رہ جاتی ہے اسے عرجون کہتے ہیں<sup>12</sup>

## 6. خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ 13

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن عاشورؒ فرماتے ہیں کہ یہاں 'انسان' سے مراد 'آدم' ہیں کیونکہ وہی نسل انسانی کی اصل ہیں، اور پھر 'صلصال' کا معنی بتلاتے ہیں کہ اس سے مراد خشک مٹی ہے۔

اور " الْفَخَّارِ " کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مٹی ہے جو آگ میں پکائی گئی ہو اور اس کو 'خزف' بھی کہا جاتا ہے،

پھر فرماتے ہیں کہ مفسرین کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ الفخار صفت ہے صلصال کی، ابن عاشورؒ فرماتے ہیں کہ اسی کی صراحت کوشی نے تلخیص التبصرہ میں کی ہے لیکن اس وصف کا کوئی فائدہ انہوں نے بیان نہیں کیا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات میرے لیے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ الفخار حال ہے انسان کا، یعنی اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا خشک مٹی سے تو انسان آگ میں پکائی ہوئی مضبوط اور ٹھوس مٹی کی طرح ہو گیا۔

اور معنی یہ ہوا کہ انسان خشک مٹی سے بنا جو کہ مشابہ ہے پکائی ہوئی خشک مٹی کے، تو اس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، اور قرآن کے دوسرے مقامات پر اسی کی تعبیر 'الحمء المسنون' سڑی ہوئی سیاہ مٹی سے کی گئی ہے اور کہیں 'الطين اللازب' چمٹنے والی مٹی سے کی گئی ہے، اور کہیں 'التراب' مٹی سے کی گئی ہے۔<sup>14</sup>

11 یسین:36:39

12 التحرير والتنوير: جلد نمبر 23:صفحة نمبر 22

13 الرحمن: 55:14

14 التحرير والتنوير: جلد نمبر 27:صفحة نمبر 235

### 7. وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ 15

امام ابن عاشورؒ اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے کشتیوں کا وصف بیان کیا ہے کہ وہ پہاڑوں کی مانند ہیں تو یہ تشبیہ اس چیز کا فائدہ دیتی ہے کہ وہ کشتیاں اور بحری جہاز بڑے بڑے ہوں گے پہاڑوں کی طرح، اور اس سے یہ بھی چیز ثابت ہوتی ہے کہ ان کو بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ انسانوں کو عقل اور ذہنی صلاحیت بھی وافر عطا فرمائے گا، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ رب العزت کا بے حد شکر ادا کرے جس نے انسان پر اس قدر عظیم احسان کیا کہ اسے اتنی بڑی بڑی کشتیاں بحری جہاز عطا کئے کہ جن پر وہ بہت بھاری اور ٹنوں کے حساب سے سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتا ہے<sup>16</sup>

### 8. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ 17

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن عاشورؒ لفظ "العصف" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ عصفہ کی جمع ہے اور اس کا معنی کھیت کے پتے ہیں اور یہ وہ بھوسہ ہے جس کو جانور کھا کر اپنے پاؤں تلے روند دیتے ہیں جبکہ وہ گھاس پہلے سرسبز و شاداب تھا۔

اور یہ ہاتھی والوں کی تمثیل ہے اپنی قوت و شادابی کے بعد کیسے وہ زمین پر ہلاک ہو کر گرے پڑے تھے۔<sup>18</sup>

### دنیا کی بے ثباتی میں وارد تشبیہات:

1. اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَارْبَتْتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَّمْ تَعْنِ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ 19

امام ابن عاشورؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت پہلی آیت میں "مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" کی وضاحت ہے جو اس چیز کو واضح کر رہی ہے کہ دنیا کی زندگی کی مدت بہت تھوڑی ہے، تو یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ دنیا کا فائدہ ختم ہونے والا ہے، اس آیت میں تفصیل بیان کی گئی ہے اور اس میں تشبیہ دی گئی ہے دنیا والوں کے اس سے فائدہ اٹھانے کی حالت کو کھیتی کے ساتھ جو پہلے سرسبز و شاداب ہوتی ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ کھیتی کاٹ دی جاتی ہے۔

15 الرحمن: 24:55

16 التحرير والتنوير: جلد نمبر 27: صفحہ نمبر 253

17 الفيل: 05:105

18 التحرير والتنوير: جلد نمبر 30: صفحہ نمبر 250

19 يونس: 24:10

اس مختصر وضاحت کے بعد امام ابن عاشورؒ اس آیت میں بیان کردہ الفاظ کی الگ الگ تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے لفظ "مثل" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایسی حالت ہے کہ جو دوسری حالت کے مشابہ ہو، پھر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ ایک مرکب حالت کی تشبیہ دوسری مرکب حالت کے ساتھ ہے، اس کو لفظ "مثل" کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو کہ تشبیہ مرکب میں عام ہے، سورۃ البقرۃ کے شروع میں امام صاحب اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

پھر امام صاحب آیت کے شروع میں بیان کردہ لفظ "انما" جو کہ کلمہ حصر ہے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ سے جو مقصود ہے اس کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے اور وہ ہے بہت جلد دنیا کی زندگی کا ختم ہو جانا، اور تاکہ سامعین کو اس شخص کے مقام پر اتارنا جو کہ دنیا کی زندگی کی رونق کو ہمیشہ کے لیے سمجھتا ہے کیونکہ دنیا کی نعمتوں میں منہمک ہو کر ان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کہ اس شخص کی حالت ہے جو کہ اس دنیا کو ہمیشہ کی زندگی سمجھتا ہے اور اس چیز کا انکار کرتا ہے کہ یہ بہت جلد اور اچانک ختم ہو جائے گی، پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصر سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی حالت کو مشابہ قرار دینا کھیتی کی حالت کے ساتھ، امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں "قصر، قصر قلب" ہے، اس کی بنیاد اس چیز پر ہے کہ مخاطبین کو اس شخص کے مقام پر اتارنا جو کہ اس حالت کے برعکس اعتقاد رکھتا ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کی حالت کو تشبیہ دی گئی ہے جبکہ دنیا کی زندگی اپنی خوشحالی اور شادابی کے بعد بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور اس کی نعمتیں زوال پذیر ہو جاتی ہیں، زمین کی نباتات کے ساتھ جبکہ وہ اپنی شادابی اور خوشحالی کے بعد خشک ہو جاتی ہے اور کاٹ دی جاتی ہے اور پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس تشبیہ کی عمدگی یہ ہے کہ یہ تشبیہ مفرق کو متضمن ہے کہ جس میں مشبہ اور مشبہ بہ کے تمام اجزاء آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں، اسی لیے اس میں تشبیہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مذکور "كجاء أنزلناه من السماء" اس میں تشبیہ دی گئی، بچپن کے وقت زندگی کے ابتدائی احوال کو کیونکہ تب آرزوؤں کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ زندگی کی نعمتیں اور خوشحالی میسر آئے، تو اس امید کو تشبیہ دی گئی ہے آسمان سے بارش کے نازل ہونے کے ساتھ کیونکہ یہ بارش سبب بنتی ہے کہ جس سے امید ہوتی ہے کہ اس سے زمین کی زینت اور سرسبز و شادابی ہوگی۔

پھر امام صاحب "فأخفقوا به بياض الأرض" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں تشبیہ دی گئی ہے زندگی کی اس حالت کو جبکہ زندگی کی رونق اور شادابی ہر طرف سے انسان کا خیر مقدم کرتی ہے، تو اس چیز کو تشبیہ دی گئی ہے بارش کے بعد زمین سے کھیتی کے نکلنے کے ساتھ، اسی لیے اس کا "ف" کے ساتھ عطف کیا گیا ہے جو کہ تعقیب کے لیے آتا ہے یہ بتانے کے لیے کہ بارش کے بعد نباتات کا ظہور بہت جلد ہوا ہے، تو یہ چیز بتا رہی ہے کہ جوانی کے ابتدائی احوال میں دنیا کی زینت اور شادابی انسان کو بہت تیزی سے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

پھر امام صاحب "مما يأكل الناس والأنعام" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس سے مراد زمین کی نباتات کی مختلف اقسام ہیں جن کو لوگ کھاتے ہیں جیسے کہ سبزیاں اور ترکاریاں ہیں، اور اسی طرح وہ مختلف اقسام جن کو جانور کھاتے ہیں

جیسے گھاس اور جڑی بوٹیاں وغیرہ ہیں۔ اس چیز کو تشبیہ دی گئی ہے انسان کی زندگی میں اس کو ملنے والی مختلف نعمتوں سے کہ جن سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے اور وہ نعمتیں کہ جو جانور کھاتے ہیں۔<sup>20</sup>

2. وَأَضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَّاحُ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا 21

امام صاحب اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں دنیا کی حالت کو تشبیہ دی گئی ہے کہ جو اس میں شادابی کی حالت ہے ایک مدت تک اس کی چمک اور خوشحالی رہتی ہے پھر اس کی کھیتی کچھ وقت کے بعد مضمحل ہو جاتی ہے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں وجہ شبہ اچھی حالت سے بری حالت کی طرف منتقل ہو جانا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ یہ معنوی چیز کی تشبیہ حسی چیز کے ساتھ ہے کیونکہ جس چیز کو تشبیہ دی جا رہی ہے وہ معنوی چیز ہے کیونکہ لوگ دنیا کی چمک کو کسی ظاہری صورت میں نہیں دیکھتے، اور اسی طرح یہ تشبیہ اس طرح ہے کہ زندگی میں دنیا کی نعمتیں اس طرح فراوانی کے ساتھ آتی ہیں جیسے جوانی کے ساتھ خوبصورتی اور دنیا کی زیب و زینت، پھر ان سب کا زوال پذیر ہو جانا اور ان نعمتوں کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، اس تمام صورت حال کو تشبیہ دی گئی ہے زمین کی کھیتی پر بارش کے آنے کے ساتھ پھر اس کھیتی کا بڑھنا، نشوونما پانا اور سرسبز و شاداب ہونا، پھر اس کھیتی کا زرد ہو جانا اور اس کے فائدے کا ختم ہو جانا پھر اس میں اس کے ذرات کا بکھر جانا،

اس ساری وضاحت کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مرکب محسوس کی مرکب محسوس کے ساتھ ہے اور اس میں وجہ شبہ ظاہر ہے۔<sup>22</sup>

3. اَعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۗ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۗ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْعُرُورِ 23

امام ابن عاشور اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں دنیا والوں کی حالت کی تشبیہ دی گئی ہے بارش کی حالت کے ساتھ جس نے کھیتی اگائی تو وہ تیار ہو گئی پھر وہ زرد ہو گئی پھر وہ کمزور ہو گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں لوگوں کی غالب حالت کی تشبیہ ہے نئے اگنے والے پودے کے ساتھ، جس کو بارش نے اگایا، پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا اور مکمل ہو گیا، اور دیکھنے والوں کو خوشنما لگنے لگا، پھر ایک مدت گزری اور وہ خشک ہو گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس تمثیل سے مراد نباتات ہیں نہ کہ بارش، بارش سے ابتداء صرف اس لیے کی گئی ہے تاکہ وہ ساری صورت واضح ہو جائے اور مشبہ کا حسن واضح ہو۔

20 التحرير والتنوير: جلد نمبر 11: صفحہ نمبر 141

21 الكهف: 45:18

22 التحرير والتنوير: جلد نمبر 15: صفحہ نمبر 231

23 الحديد: 20:57

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل اگرچہ تشبیہ مرکب ہے لیکن اس کا تشبیہ مرکب ہونا بھی درست ہے اور مشبہ کے تمام اجزاء کا مشبہ بہ سے تقابل بھی درست ہے، وہ اس طرح کے زندگی کے ابتدائی ادوار کو تشبیہ دی گئی ہے بارش کے بعد پیدا ہونے والے پودوں کے ساتھ، اور جو لوگ اس دنیا سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کو تشبیہ دی گئی ہے کسانوں کے ساتھ، اور بڑھاپے کو تشبیہ دی گئی ہے کھیتی کے خشک ہونے کے ساتھ، اور بڑھاپے میں کمزوری کو تشبیہ دی گئی ہے کھیتی کے زرد ہونے کے ساتھ، اور آدمی کی تمام نعمتوں کے زوال اور ختم ہونے کو تشبیہ دی گئی ہے کھیتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے ساتھ۔<sup>24</sup>

4. وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ<sup>25</sup>

امام ابن عاشور اس آیت میں بیان کردہ تشبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں وجہ شبہ کسی بات پر بغیر تکلف کے قادر ہونا ہے، کیونکہ جسم کی حرکات میں سے سب سے جلد اور سب سے تیز جس عضو کی حرکت ہوتی ہے وہ آنکھ کا جھپکنا ہے، امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ زہیر کے اس قول سے زیادہ فصیح ہے کہ جس میں وہ ہاتھ کے اشارے کی تشبیہ دیتا ہے۔ پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ وجہ شبہ میں یہ بھی جائز ہے کہ وقوع کا تحقق بغیر مشقت اور بغیر مہلت کے ہو جیسے ہی اللہ تعالیٰ کا اس کے وقوع کا ارادہ ہو، اور اسی لیے یہ کلام ثابت کر رہی ہے کہ وقوع کا امکان ثابت ہے اور اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ اس کی تاخیر سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی جائز ہے کہ اس میں وجہ شبہ سرعت و تیزی ہے یعنی اللہ کے ارادے کا بہت جلد واقع ہو جانا، یعنی یہ اچانک آجائے گا بغیر کسی دیر اور تاخیر کے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " لا تاتیکم الا بغتۃ " اور اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو ڈرانا اس بات سے کہ اچانک ان پر قیامت آجائے تاکہ وہ ان برے اعمال کو چھوڑ دیں کہ جن میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ "او" ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے " اُو هُوَ اَقْرَبُ " یا اس سے بھی زیادہ قریب، تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ "اضراب انتقالی" کے لیے ہے یعنی تشبیہ اول سے اعراض کرنا کیونکہ مشبہ میں وجہ شبہ زیادہ قوی ہے مشبہ بہ سے، تو متکلم کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سامع کے ذہن میں یہ بات پیدا کرے کہ وہ تشبیہ کے ذریعے اس کے لیے معنی کو اس کے ذہن کے قریب کرنا چاہتا ہے پھر وہ تشبیہ سے اعراض کرتا ہے کیونکہ مشبہ میں وجہ شبہ زیادہ قوی ہے پھر وہ اس کے لیے کوئی تشبیہ نہیں پاتا جو اس کی صراحت کرے تو وہ اسی تشبیہ کو مزید ذہن کے قریب کرنے کے لیے "او" کا لفظ لاتا ہے۔<sup>26</sup>

5. مَا تَدْرُ مِنْ شَيْءٍ اَنْتَ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلْتَهُ كَالرَّمِيمِ<sup>27</sup>

24 التحرير والتنوير: جلد نمبر 27: صفحہ نمبر 400

النحل: 77:16

26 التحرير والتنوير: جلد نمبر 14: صفحہ نمبر 229

27 الذریت: 41:51

امام ابن عاشورؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس سے پہلی آیت میں مذکور لفظ "الرتیح لعقیم" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ بلوغ ہے، اور اس آیت میں مذکور لفظ "کالرمیم" میں ذکر کردہ تشبیہ کے بارے میں کوئی بات ذکر نہیں کی، لفظ "رمیم" کا معنی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لفظ بوسیدہ ہڈی کے لیے بولا جاتا ہے، اس سے مراد ایسی ہوا ہے کہ جس نے ہر چیز کو تباہ کر دیا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جملہ "جعلته كالريم" حال ہے "الرتیح" سے، یعنی وہ ہوا جس چیز پر بھی جس حالت میں گزرتی اس کو بالکل ایسے کر دیتی جیسے کوئی بوسیدہ ہڈی ہو۔<sup>28</sup>

### 6. فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ 29

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب نے اس مقام پر کافی ساری آیات کی اکٹھی تفسیر کی ہے اور اس میں باغ والوں کے واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور الفاظ کے معانی کی بھی لغوی تشریح کی ہے، خاص طور پر اس آیت میں بیان کردہ لفظ "الصريم" کی لغوی تشریح عمدہ انداز میں کی ہے، لیکن اس آیت میں ذکر کردہ تشبیہ کے بارے میں امام صاحب نے کوئی خاص بات ذکر نہیں کی۔<sup>30</sup>

### خلاصہ بحث

اس مطالعے سے یہ واضح ہوا کہ قرآن کی تشبیہات صرف ادبی حسن کے لیے نہیں بلکہ عقیدہ توحید کو راسخ کرنے اور شرک کے باطل تصورات کو زائل کرنے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔ امام ابن عاشورؒ نے ان تشبیہات کو غیر معمولی بلاغی نزاکت، لغوی دقت اور عقلی استدلال کے ساتھ واضح کیا ہے۔ تفسیر\* التحریر والتنوير\* عصر حاضر کے قارئین کے لیے قرآن کے فہم کا ایک منفرد منہج فراہم کرتی ہے جو روایت، تحقیق اور ادبی جمالیات کا حسین امتزاج ہے۔

28 التحریر والتنوير: جلد نمبر 27: صفحہ نمبر 11

29 القلم: 20:68

30 التحریر والتنوير: جلد نمبر 29: صفحہ نمبر 82